**Rizwan Ullah**
D-178, Abul Fazl Enclave-I
Jamia Nagar, New Delhi - 110025
Tel: +91-9971283786, 9891832189
Email:ruilmi@rediffmail.com
Web: www.Rizwanullah.com

# درد پرانے جاگ اٹھے

رضوان اللہ

ڈاکٹر معصوم شرقی کا مضمون ''تیسرا وطن، شہزاد منظر'' عالمی سہارا کے شمارہ نمبر ۴۰ میں پڑھ کر اتھاہ ماضی میں کھو گیا۔ ۱۹۵۱ء سے ۱۹۶۹ء تک اٹھارہ برس تک ''عصرِ جدید'' کی ایک کرسی پر بیٹھا رہ گیا۔ ایک بڑی سی میز کے ایک طرف میری کرسی تھی، اس کے اطراف میں مناظر بدلتے رہے، ان مناظر میں کتنے ہی چہرے ابھرے اور گم ہو گئے۔ حامد محمود نیازی، بسنت کمار چڑجی، سید محمد مصطفیٰ صابری، رئیس جعفری، ناظر الحسینی، سید ظفیر الحسن، شہاب لکھنوی، محمود ایوبی، نیاز اعظمی، سجاد نظر، فاتح فرخ اور کئی ایسے چہرے جو آنکھوں کے سامنے ہیں لیکن ان کے نام یادوں کی بھیڑ میں کہیں کھو گئے۔ اس سلسلے کے علاوہ دوسرا سلسلہ رپورٹروں کا تھا۔ ادریس الحق (شہری واقعات کی رپورٹنگ)، جاوید نہال (اسپورٹس)، شہزاد منظر (اسپورٹس)، مشتاق احمد (اسپورٹس)، آخر میں سرکار (کورٹ اور پولیس رپورٹنگ)۔ بجھی ہوئی سگار تھوک میں لت پت چباتا ہوا اپنی رپورٹ لے کر آتا۔

اتنے بڑے تذکرے کے لیے تو ایک بھاری بھرکم کتاب درکار ہے۔ میں اس قابل نہیں رہ گیا۔ اپنی تصنیف ''کلکتہ کی اردو صحافت اور میں'' میں ان ہم عصروں اور ساتھیوں کا جا بجا ذکر کیا گیا ہے (یہ کتاب میری ویب سائٹ www.Rizwanulla.com پر موجود ہے۔) فی الحال شہزاد منظر پیشِ نظر ہیں۔ ہماری برادری میں ان کو ''تبسم'' کہا جاتا تھا۔ وہ رات کو نو بجے کے بعد اسپورٹس کی رپورٹ لیے ہوئے کمرے میں داخل ہوتے۔ یہ سلسلہ کب شروع ہوا، یاد نہیں لیکن ۱۹۶۴ء کے فسادات کے بعد جب شہزاد منظر نے ترکِ وطن کا فیصلہ کیا تو ہم سب کو غم زدہ کر دیا۔ ''عصر جدید'' سے ان کی وابستگی کے زمانے میں بھی کئی دور آئے لیکن سب سے زیادہ دلچسپ دور وہ تھا جب فاتح فرخ ہمارے درمیان تھے۔ کمرے میں تبسم کے داخل ہوتے ہی قہقہوں کا ایک فوارہ چھوٹ پڑتا۔ اسی دوران وہ ہکلاتے ہوئے کچھ کہتے جاتے۔ کوئی سنتا کوئی نہیں سنتا۔ فاتح فرخ ان سے چہلیں بھی کرتے۔ بالآخر فاتح فرخ بھی مشرقی پاکستان چلے گئے۔ بنگلہ دیش کی قیامت کے زمانے میں وہ وہیں موجود تھے۔ لیکن وہ شخص ہمہ جہت شخصیت کا مالک تھا۔ وہ ستار نوازی میں بھی استاد تھا۔ ڈھاکہ میں بنگالیوں کو ستار وادن کی تعلیم دے رہے تھے۔ اس قیامت کے دوران ان کے شاگردوں نے انھیں بچائے رکھا۔ ۱۹۷۵ء میں جب میں دہلی آنے کے لیے کلکتہ چھوڑنے والا تھا اس

سے چندروز قبل فاتح فرخ کلکتہ آئے تھے۔ کہنے لگے کہ مجھے پاکستان ٹائمز، لاہور میں جگہ مل گئی ہے۔اب میں لاہور جارہاہوں، وہاں سے دہلی آؤں گا تو اطمینان سے ملاقات بات ہوگی۔مگر وہ لاہور پہنچنے کے بعداور دہلی آنے سے پہلے نہ جانے کب اس دارِفانی سے کوچ کر گئے۔

۱۹۶۴ء میں میری نشست ''آزاد ہند'' میں منتقل ہوگئی۔ وہاں سابقہ شرکائے کار میں سید محمد مصطفیٰ صابری، اور سجاد نظر تھے۔ان کے علاوہ شمس الزماں، سید منیر نیازی اور جاوید نہال تھے۔احمد سعید صاحب کا کمرہ الگ تھا اس لیے وہ شریک محفل نہیں تھے۔ ہماری یہ نشست ۱۹۷۵ء تک جاری رہی، پھر ہم دہلی کے لیے کوچ کر گئے۔

خیر! ذکر شہزاد منظر کا ہورہا تھا۔ میں نے اپنی مذکورہ بالا تصنیف میں کئی جگہ ان کا ذکر کیا ہے۔خاص طور سے صفحات ۱۵۹ تا ۱۶۵ تک (کتاب کے آن لائن ایڈیشن میں شاید صفحات کے نمبروں میں کچھ فرق ہو)۔ان کا ایک مضمون جو شانتی رنجن بھٹاچاریہ سے متعلق تھا، ماہنامہ کتاب نما، دہلی، میں شائع ہوا تھا، وہ پورا مضمون میں نے نقل کردیا ہے۔اس سے شہزاد منظر کی ہجرتوں پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔۱۹۸۰ء والے عشرے میں کسی وقت شہزاد منظر دہلی آئے تھے، ذاکرنگر میں مختصر قیام کیا تھا۔ مجھے معلوم ہوا تو میں ملاقات کے لیے گیا تھا۔ وہ تبسم نہیں تھا، ایک ٹوٹا پھوٹا بچھا ہوا انسان تھا۔ پھر ۱۹۸۸ء میں مجھے کراچی جانے کا اتفاق ہوا۔ میرا قیام بہت مختصر تھا لیکن نہ معلوم کیسے شہزاد منظر کو خبر ہوگئی وہ آئے اور ہندوستان میں کسی کے لیے دو لفافے سپرد ڈاک کرنے کے لیے دے کر چلے گئے۔وہ کافی بیمار تھے اس کے بعد ان کے انتقال کا مجھے پتہ نہیں۔

اس تحریر کا عنوان میرے ایک شعری مجموعہ ''متاعِ سحر'' میں شامل ایک نظم کا عنوان ہے۔ یہ کتاب بھی میری سائٹ پر موجود ہے۔

ڈاکٹر معصوم شرقی نے نہ معلوم کتنی بھولی بسری یادوں کو جگا دیا۔اب دل کا کیا حال کروں!